DEPARTMENT OF URDU

Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade – 'A'

(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

DR. MUSTAFIZ AHAD
Assistant Professor
Mob- 9955722260, 9472079131

Email:- ahadmustafiz@gmail.com
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No:..................

Date :......................

B. A. Urdu (Hons) part - I

Paper - II

Topic :- Mohammad Hasan ka Darama "Zahhak"

M. Ahad
13/7/20

B.A (Urdu) Hons Part I
Paper - II

ڈاکٹر مستفیض احمد

محمد حسن کا ڈرامہ "ضحاک"

ڈاکٹر محمد حسن اردو ادب کی تاریخ میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کا نام نامی ممتاز حسین، محمد حسن عسکری، خورشید الاسلام، شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، وزیر آغا، قمر رئیس اور وہاب اشرفی کی مانند بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ یہ اردو کے ممتاز اور نظریہ ساز نقادوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ محمد حسن ادب، زندگی اور سماج سے ادب کے گہرے تعلق کے قائل ہیں۔ ادب کو سماج کا معمار، اخلاق کا معلم اور سیاست کا رہبر مانتے ہیں۔ وہ ادب کو کسی مخصوص دائرے میں قید کرنے کے روادار نہیں اور کسی بھی حالت میں ان دائروں کو نظر انداز کرنے پر بھی راضی نہیں جو فن کو ادبیت اور آفاقیت عطا کرتی ہیں۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ "ادب کا پہلا کام جمالیاتی احساس کی تسکین ہے" عبارت آرائی سے انہوں نے ہمیشہ پرہیز کیا اور اپنی بات کو واضح مدلل انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی اس کے باوجود ان کی نثر دلکشی کے وصف سے محروم نہیں۔ ادبی تنقید، شعریات، اردو شاعری کا فکری و تہذیبی پس منظر، عرض ہنر، جدید اردو ادب، شناسا چہرے، معاصر ادب کے پیش رو اور ادبی سماجیات ان کی اہم تصانیف ہیں۔ "ضحاک" ان کا ڈرامہ ہے۔ جو ہر اعتبار سے تخلیقیت سے مملو ہے۔

"ضحاک" بہت ہی مشہور بلکہ یوں کہا جائے کہ معرکۃ الآرا ڈرامہ ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس ڈرامہ پر کچھ لوگوں نے اعتراض بھی کیا ہے کہ دراصل یہ ڈرامہ اختر شیرانی کے ڈرامہ "ضحاک" سے ماخوذ ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔

یہ ڈرامہ ایک سیاسی تمثیل ہے اور اس میں حالیہ زمانے (یعنی جب ڈرامہ لکھا گیا) کا گھٹتا اور الجھتا ہوا نقش اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالا گیا ہے۔ "ضحاک" کا لفظی معنی بہت ہنسنے والا ہے۔ اس تعلق سے ڈرامہ نگار محمد حسن خود اپنی آنکھوں سے زمانے کی زیادتی اور جبر و قہر کو دیکھ کر مارا مارا ہوا جاتا ہے لیکن عہد ایسا ہے کہ براہِ راست دو ٹوک انداز میں اپنی تحریر کو منظر عام پر لانا بھی خطرہ سے خالی نہیں اس لیے تمثیلی انداز اختیار کر ہنسنے ہنسانے کے پیرایہ کو لطف محل اور رد عمل سے ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ دراصل اس کا موضوع جبر و استبداد کے خلاف شدید احتجاج ہے۔ مصنف کا ذہن پوری طرح جنبشی

کا نقشہ طاری ہے اور یہ سلسلہ تمثیل کے بار بار کے پردے سے نکلتا رہتا ہے۔ فوج، فنکار، شاعر، رقص کار، معلم، عدلیہ غرضیکہ تمام لوگ جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ سب کے سب جفا کار کا ساتھ دیتے ہیں۔ سب کا ضمیر کچوکے دیتا ہے اور ایک بار ملک اپنی اپنی ضمیر فروشی کا ماتم کرتے ہیں۔ لیکن خفیہ آنکھ سب کو دیکھتی رہتی ہے اور انہیں گرفتار کر کے جلاد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

چونکہ ڈاکٹر محمد حسن ایمرجنسی کے ظلم و زیادتی سے متاثر ہو کر یہ ڈرامہ لکھا ہے اس کے ایمرجنسی کے آئینہ دار ڈبل کے جملے پیش نظر ہے۔ ملاحظہ ہو چند جملے:

(۱) "پوچھنے والوں کی زبانیں گدی سے کھینچ لو، شک کرنے والے دل ان کے سینے سے چیر کر نکال لو۔ ہماری مملکت میں سوال جرم ہے۔

(۲) "اور مخالف بات کو نقل کرنا جرم ہے"

(۳) "تم میں سے کسی کا بھی خون تلوار سے لکھا نہیں"

(۴) "پیداوار کی کمی کو پورا کرنے کیلئے آبادی کا کم کرنا ضروری ہو اور مردوں کو ختم کر دیا جائے گا"

مذکورہ بالا عبارت اس سیاق میں دیکھیں کہ ایمرجنسی کے زمانے میں شکور، جواہر لال نہرو، اور مہاتما گاندھی کے بعض اقوال نقل کرنا بھی ممنوع تھا۔ ایمرجنسی میں علم و فن اور دوسرے محترم اداروں کی کس طرح تذلیل ہوئی تھی وہ اس ڈرامے میں دکھائے۔ فوجی افسر راہبر دہ جاکر کر کے سینہ زوری سے دوران کی آنکھوں میں دھول جھونک دیتا ہے۔ مثلاً

"ہم اپنی چمک دار قبا اور اعزازات کی لمبی لمبی فہرستوں کے باوجود ہمارے غلام ہیں ... غلام اس سے آگے کچھ نہیں ... کچھ بھی نہیں۔"

سب سے اہم اور پر لطف چیز یہ ہے کہ مصنف نے مہاتما گاندھی کے اقوال کو ایمرجنسی کی زیادتیوں میں خوب چسپاں کیا ہے۔ قیدی کی آنکھوں پر پٹیاں باندھی جاتی ہیں، کانوں میں روئی ٹھونسی جاتی ہے اور ہونٹ سی دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ برا نہ دیکھیں برا نہ سنیں اور برا نہ بولیں۔

ان چھوٹے چھوٹے جملوں سے ایمرجنسی کے ظلم و استبداد کے خلاف مصنف کا چیختا احتجاج آشکار نہیں ہوتا۔ اندر عقیدے کی شدت اور انداز بیان کا زور ڈرامے کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اگر یہ فراموش کر دیا جائے کہ یہ ڈرامہ کب اور کس نے لکھا تو اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اردو کے تخلیقی ادب میں ایمرجنسی کے خلاف اتنا پر

P.T.O

زور، اشتعال، انتشار چھایا ہوا اور ساری فضا پر چھایا ہوا احتجاج اور کہیں نہیں ملتا۔ ڈاکٹر محمد حسن اس ڈرامہ میں جب موقع آتا ہے جارکسی انتظامات کی حمایت بھی کرتے نظر آتے ہیں چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ڈرامہ صرف ایمرجنسی کے خلاف نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بھی گویا جنگ بن جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ عبارت۔

" کیا سرکاری وردی پہن کر تم سب یہ بھول گئے کہ تم کسان اور محنت کش مزدور کے بیٹے ہو جنہیں کھیت، کھلیانوں، فیکٹریوں اور بازاروں سے اٹھوا کر لایا گیا ہے۔ کیا زندگی بھر دوسروں کے لئے خون اور پسینہ بہانے کے بعد بھی تم ایک لمحے کے لئے اپنے واسطے جینے کا خواب حاصل نہیں کر سکتے ...؟"

مذکورہ ڈرامہ کیونکہ دھوم دھام کے کلاسیکی ڈھنگ کا ڈرامہ لگتا ہے۔ جس میں شاندار لباس، بھڑکیلے درباری، ماحول، باوقار کردار اور آراستہ زبان کے مکالموں کا استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ظاہری رنگ و روپ۔ کرداروں کے باطنی کردار سے دشمنی کی پہچان ہے اور ایک طنز کے طور پر برتا گیا ہے۔ مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ کس قدر بھیانک اور خونی اقدامات کو ہمارا تہذیبی نظام کس قدر خوبصورت پردوں میں چھپا کر پیش کرتا ہے اور کس طرح ننگا اور بے رحمانہ قتل و خون، ان رنگین آرائش و زیبائش کی تہوں میں چھپا ہوتا ہے۔ گویا یہ سارا کلاسیکی اور نیم کلاسیکی طرز ایک طرح کا طنز ہے۔

یہ ڈرامہ تین سطحوں کا ڈرامہ ہے جہاں ایک سطح پر وہ ہنگامی حالات اور ایمرجنسی کی صورت حال سے جڑا ہوا ہے وہاں دوسری سطح پر اس کا موضوع یہ ہے کہ سیاسی اقتدار والے طبقے تہذیب کی لازوال اقدار اور نظام غیر جانبدار تہذیبی اداروں، قانون اور عدالت، علم و ہنر، فن اور مذہب کو کس طرح اپنے گھناؤنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور تیسری سطح پر اس کا موضوع وہ مشینی ترقی اور وہ مشین ہے جو انسان کی دریافت تھی مگر خود انسان کی آقا بن گئی ہے اور منافع کے لئے استعمال ہونے والی یہ مشین انسان کو ایسی تہذیب میں مبتلا کر چکی ہے جس کی قیمت انسان اپنی روح کو گروی رکھ کر ادا کرتا ہے۔ اس لئے "شنی کٹ" مارا نہیں جاتا، بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کا بوڑھا جادوگر جو اس کی روح کو پہلے ہی خرید چکا ہے اسے کسی دوسرے علاقہ میں استعمال کرنے کے لئے بچایا جاتا ہے۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ڈرامہ مختلف اور منتشر واقعے پر تاثر پیدا کرنے کے لئے ترتیب

دیا گیا ہے۔ ان مواقع پر مکالموں کے درمیان ایک عجیب ارتقا کے لیے نقطۂ عروج موجود ہے جو کیفی، دروشی، اور مکالموں کی ادائیگی اور حرکات و سکنات میں ہر اکائی کا نقطۂ نظر کو پیش نظر رکھنا مؤثر ہوگا۔

یہاں یہ خیال درست نہیں ہے کہ اس ڈرامہ کو اسٹیج پر پیش کرنا دشوار ہے البتہ بعض مشکلات اور مسائل ضرور ہیں۔ "ضحاک" کے کردار کیلئے ایک ایسے ماسک (Mask) کی ضرورت ہے جس کا ایک حصہ پر مجروح کی شکل ہو اور اس کے شانوں پر دو سانپوں کی گنجائش پیدا کی جائے یا ان سانپوں کے درد کا علامتی اظہار ہو۔ الغرض اس ڈرامے کو مناسب موقع اور محل پر چند بنیادی تبدیلیاں بروئے کار لا کر آسانی سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

18/7/20

DEPARTMENT OF URDU

Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade – 'A'

(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

DR. MUSTAFIZ AHAD
Assistant Professor
Mob- 9955722260, 9472079131

Email:- ahadmustafiz@gmail.com
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No:.....................

Date :.........................

B.A. Urdu (Hons) part-I

Paper-II

Topic :- Mohammad Hasan ka Darama "Zahhak"

13/7/20

B.A (Urdu) Hons Part I
Paper - II

ڈاکٹر مستفیض احمد

محمد حسن کا ڈرامہ "ضحاک"

ڈاکٹر محمد حسن اردو ادب کی تاریخ میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کا نام نامی ممتاز حسین، محمد حسن عسکری، خورشید الاسلام، شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، وزیر آغا، قمر رئیس اور وہاب اشرفی کی صف میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ یہ اردو کے ممتاز اور کہنہ مشق ساز نقادوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ محمد حسن زندگی اور سماج سے ادب کے گہرے تعلق کے قائل ہیں۔ ادب کو سماج کا معمار، اخلاق کا معلم اور سیاست کا رہبر مانتے ہیں۔ وہ ادب کو کسی مخصوص دائرے میں قید رکھنے کے روادار نہیں اور کسی بھی حالت میں ان دائروں کو تسلیم کرنے پر بھی راضی نہیں جو فن کو ادبیت اور آفاقیت عطا کرتی ہیں۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ "ادب کا پہلا کام جمالیاتی احساس کی تسکین ہے" عبارت آرائی سے انہوں نے ہمیشہ پرہیز کیا اور اپنی بات کو واضح مدلل انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود ان کی نثر دلکشی کے وصف سے محروم نہیں۔ ادبی تنقید، شعور، اردو شاعری کا فکری و تہذیبی پس منظر، عرض ہنر، جدید اردو ادب، شناسا چہرے، معاصر ادب کے پیش رو اور ادبی سماجیات ان کی اہم تصانیف ہیں۔ "ضحاک" ان کا ڈرامہ ہے۔ جو ہر اعتبار سے تخلیقیت سے مملو ہے۔

"ضحاک" بہت ہی مشہور بلکہ یوں کہا جائے کہ معرکۃ الآرا ڈرامہ ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس ڈرامہ پر کچھ لوگوں نے اعتراض بھی کیا ہے کہ دراصل یہ ڈرامہ اختر شیرانی کے ڈرامہ "ضحاک" سے ماخوذ ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔

یہ ڈرامہ ایک سیاسی تمثیل ہے اور اس میں ہر زمانے میں حالیہ زمانے (یعنی جب ڈرامہ لکھا گیا) کا نوحہ اور اکتاہٹ و التباس اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالا گیا ہے۔ "ضحاک" کا لفظی معنی بہت ہنسنے والا ہے۔ اس تعلق سے ڈرامہ نگار محمد حسن خود اپنی آنکھوں سے زمانے کی ناسازی اور جبر و قہر کو دیکھ کر مارا مارا ہوا جاتا ہے لیکن عہد ایسا ہے کہ براہ راست دو ٹوک انداز میں اپنی تحریر کو منظر عام پر لانا بھی خطرہ ہے اس لئے تمثیلی انداز اختیار کر ہنسنے ہنسانے کے پیرایہ میں ظلم کے محل اور ردعمل سے ارباب حکومت کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ دراصل اس کا موضوع جبر و استبداد کے خلاف شدید احتجاج ہے۔ مصنف کے ذہن پر ایمرجنسی

P. 65

کا نقشہ طاری ہے اور یہ سلسلہ تمثیل کے بار بار کیہ پردے سے نکلتا رہتا ہے۔ فوج، فنکار، شاعر، رقص کار، معلم، عدلیہ غرضیکہ تمام لوگ جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، سب کے سب جفا کار کا ساتھ دیتے ہیں۔ سب کا ضمیر کھوکھلا ہو چکا ہے اور ایک بار ملک اپنی اپنی ضمیر فروشی کا ماتم کرتے ہیں۔ لیکن خفتہ آنکھیں سب کو دیکھتی رہتی ہے اور انہیں گرفتار کرکے جلاد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

چونکہ ڈاکٹر محمد حسن ایمرجنسی کے ظلم و زیادتی سے متاثر ہو کر یہ ڈرامہ لکھا ہے اس لئے ایمرجنسی کے آئینہ دار ڈبل کے جملے پیش نظر ہے۔ ملاحظہ ہو چند جملے۔

(۱) "پوچھنے والوں کی زبانیں گدی سے کھینچ لو، شک کرنے والے دل ان کے سینے سے چیر کر نکال لو۔ ہماری مملکت میں سوال جرم ہے۔

(۲) "اور مخالف بات کو نقل کرنا جرم ہے"

(۳) "تم میں سے کسی کا بھی خود تلوار سے لکھا نہیں"

(۴) "پیداوار کی کمی کو پورا کرنے کیلئے آبادی کا کم کرنا ضروری ہو اور مردوں کو ختنہ کرایا جائے گا"۔

مندرجہ بالا عبارت اس سیاق میں دیکھیں کہ ایمرجنسی کے زمانے میں گاندھی، جواہر لال نہرو، اور مہاتما گاندھی کے بعض اقوال نقل کرنا بھی ممنوع تھا۔ ایمرجنسی میں علم و فن اور دوسرے محترم اداروں کی کس طرح تذلیل ہوئی تھی وہ اس ڈرامہ میں دکھائی۔ فوجی افسر اپنا پردہ چاک کرکے مکینہ زوری سے دور ان کی آنکھوں میں دھول جھونک دیتا ہے۔ مثلاً

"ہم اپنی چمک دار قباؤں اور اعزازات کی لمبی لمبی فہرستوں کے باوجود ہمارے غلام ہیں... غلام اس سے آگے کچھ نہیں ... کچھ بھی نہیں۔"

سب سے اہم اور پر لطف چیز یہ ہے کہ مصنف نے مہاتما گاندھی کے اقوال کو ایمرجنسی کی زیادتیوں میں خوب چسپاں کیا ہے۔ قید کرنے کی آنکھوں پر پٹیاں باندھی جاتی ہیں، کانوں میں روئی ٹھونسی جاتی ہے اور ہونٹ سی دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ برا نہ دیکھیں برا نہ سنیں اور برا نہ بولیں۔

ان چھوٹے چھوٹے جملوں سے ایمرجنسی کے ظلم و استبداد کے خلاف مصنف کا چیختا احتجاج آشکار نہیں ہوتا۔ ان کے عقیدے کی شدت اور ان کے بیان کا زور ڈرامے کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ بالفرض اگر یہ فراموش کر دیا جائے کہ یہ ڈرامہ کب اور کس نے لکھا تو اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اردو کے تخلیقی ادب میں ایمرجنسی کے خلاف اتنا پر

زور، انتشار ہے، انتشار چھایا ہوا اور ساری فضا پر چھایا ہوا احتجاج اور کہیں نہیں ملتا۔ ڈاکٹر محمد حسن اس ڈرامہ میں جب موقع اپنی جابر کسی تعصبات کی حمایت بھی کرتے نظر آتے ہیں چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ڈرامہ صرف ایمرجنسی کے خلاف نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بھی ایک جنگ بن جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ عبارت۔

"کیا سرکاری وردی پہن کر تم سب یہ بھول گئے کہ تم کسان اور محنت کش مزدور کے بیٹے ہو جنہیں کھیت، کھلیانوں، فیکٹریوں اور بازاروں سے اغوا کر لیا گیا ہے۔ کیا زندگی بھر دوسروں کے لئے خون اور پسینہ بہانے کے بعد بھی تم ایک لمحے کے لئے اپنے واسطے جینے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔۔؟"

مذکورہ ڈرامہ بظاہر دھوم دھام کے کلاسیکی ڈھنگ کا ڈرامہ لگتا ہے۔ جس میں شاندار لباس، بھڑکیلے درباری، ماحول، باوقار کردار اور آراستہ زبان کے مکالموں کا استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ظاہری رنگ و روپ ڈرامہ کے باطنی کردار سے دہشت و خوف پیدا ہے اور ایک طنز کے طور پر ہوتا گیا ہے۔ مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ کس قدر بھیانک اور گھناؤنی اقدامات کو ہمارا تہذیبی نظام کس قدر خوبصورت پردوں میں چھپا کر پیش کرتا ہے اور کس طرح ننگا اور بے رحم قتل و خون، ان رنگین آرائش و زیبائش کی تہوں میں چھپا ہوتا ہے۔ گویا یہ سارا کلاسیکی اور نیم کلاسیکی طرز ایک طرح کا طنز ہے۔

یہ ڈرامہ تین سطحوں کا ڈرامہ ہے جہاں ایک سطح پر وہ ہنگامی حالات اور ایمرجنسی کی صورت حال سے جڑا ہوا ہے وہاں دوسری سطح پر اس کا موضوع یہ ہے کہ سیاسی اقتدار والے طبقے جمہوریت کے لوازم احترام اور نظام غیر جانبدار تہذیبی اداروں، قانون اور عدالت علم دانش، فن اور مذہب کو کس طرح اپنے گھناؤنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور تیسری سطح پر اس کا موضوع وہ مشینی ترقی اور وہ تکنیک ہے جو انسان کی دریافت تھی مگر خود انسان کی آقا بن گئی ہے اور منافع کے لئے استعمال ہونے والی یہ مشین انسان کو ایسے تہذیب میں مبتلا کر چکی ہے جس کی قیمت انسان اپنی روح کو گروی رکھ کر ادا کرتا ہے۔ اسی لئے "ضحاک" مارا نہیں جاتا، بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کا بوڑھا جادوگر جو اس کی روح کو پہلے ہی خرید چکا ہے اسے کسی دوسرے علاقہ میں استعمال کرنے کے لئے بچایا جاتا ہے۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ڈرامہ مختلف اور منفرد مواقع پر تماشہ پیدا کرنے کے لئے ترتیب

دیا گیا ہے۔ ان مواقع پر مکالموں کے درمیان ایک عجیب ارتقائی کیفیت کے ذریعے ڈرامائی عروج موجود ہے جو موسیقی، روشنی، اور مکالموں کی ادائیگی اور حرکات و سکنات میں ہر اکائی کے نقطۂ نظر کو پیش نظر رکھنا مؤثر ہوگا۔

یہاں یہ خیال درست نہیں ہے کہ اس ڈرامہ کو اسٹیج پر پیش کرنا دشوار ہے البتہ بعض مشکلات اور مسائل ضرور ہیں۔ ضحاک کے کردار کیلئے ایک ایسے ماسک (Mask) کی ضرورت ہے جس کا ایک حصہ پر مخروطی شکل ہو اور اس کے شانوں پر دو سانپوں کی گنجائش پیدا کی جائے یا ان سانپوں کو دو مجرد کا علامتی اظہار ہو۔ الغرض اس ڈرامے کو مناسب موقع اور محل پر چند بنیادی تبدیلیاں بروئے کار لاکر آسانی سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

18/7/20